امام غزالیؒ کی صوفیانہ افکار (عبادات و معاملات کے متعلق)ایک تحقیقی جائزہ

Analytical Study of Imam Ghazali's Mystical Thoughts (About Worship and Affairs)

سردارزمین شاہ*
ڈاکٹر ابظاہرخان**

Abstract

Imam Ghazali (450-505 AH) is an eminent Islamic scholar. His period of Tasawuf (Mysticism) ranged from 400 to 676 AH. His contribution in the field of Tasawuf (Mysticism), Philosophy and Ilm-ul-Kalam is highly appreciated from time to time and from place to place. The present article throws light on his mystical thoughts about worship and affairs. He has expressed his valuable views about worships including basic Islamic beliefs, seeking of knowledge, Namaz, Zakat and kinds of Zakat, Roza (Fast), Hajj and everyday Azkaar in his great works such as Ihya-ul-uloom, Mishkat al-Anwar, Kimya-yi-Saadetin detail. Moreover, he has also discussed the worldly affairs such as affairs regarding marriage (Nikkah), principles of eating Meal, affairs regarding trade and business and principles of love of Mankind. Through mysticism, Imam Ghazali has presented a well proportional relationship between the Islamic beliefs and affairs through his philosophical thoughts. The article also highlights that what are his principles regarding Islamic beliefs and worldly affairs? How the teaching of Tasauf (Mysticism) affects worship, and worldly affairs? At the same time he has also mentioned that how can we lead a successful life if we follow the great principles of Islam, mentioned in the Quran and Hadith.

Keywords: Imam Ghazali, mystical thoughts, worship, affairs

امام غزالیؒ کے حالات زندگی

* پی ایچ ڈی، ریسرچ سکا لر ،شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ عبد الولی خان ،مردان۔
** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ عبد الولی خان ،مردان۔

نام و نسب

آپ کا اسم گرامی محمد ،لقب زین الدین ،کنیت ابو حامد ،عرف غزالی،اور سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن محمد بن محمد بن احمد طوسی شافعی غزالی ہے۔آپ 450 ہجری میں خراسان کے ایک ضلع طوس میں پیدا ہوئے۔چونکہ امام صاحب کےباپ ریشہ فروش تھے تو اسی نسبت سے ان کا خاندان غزالی کہلاتا تھا۔[1]

ابتدائی تعلیم

امام غزالیؒ نے ابتدائی تعلیم احمدبن محمد رافکانی سے حاصل کیا اور اس کے بعد جرجان چلے گئے اور امام ابو نصر اسماعیلی سے تحصیل شروع کی اورتحصیل علمی اس حد پہنچ گئی کہ معمولی علماء ان کی تشفی نہیں کر سکتے تھے ، اس غرض سے امام غزالیؒ ،امام الحرمین کی خدمت میں پہنچ کر علم کی تحصیل شروع کی اور تھوڑے عرصے میں تمام اقرن میں ممتاز ہوگئے۔[2]

امام غزالیؒ محققین کی نظرمیں

مختلف مراحل کی وجہ سے امام غزالیؒ کی زندگی کے بارے میں گفتگو کافی طویل ہے،آپ نے آغاز فلسفہ سے کیا اور اس میں رسوخ حاصل کی پھر فلسفہ سے بیزار ہو کر اس پر رد بھی لکھا،اور فلسفہ کے بعد علم الکلام کے سمندر میں غوطہ زن ہوئے، اور اس کے اصول و ضوابط اور مقدمات ازبر کیے، لیکن اس علم کی تضادات اورخرابیاں، عیاں ہونے پر اس سے بھی رجوع کر لیا، اور ایک مرحلہ ایسا

بھی آیاکہ آپکو "متکلم" کا درجہ حاصل ہو گیا ، اس مرحلے میں آپ نے فلسفی حضرات کی خوب خبر لی،اور اسی وجہ سے آپکو "حجۃ الاسلام" کا لقب ملا، اس مرحلے میں انہوں نے فلسفی لوگوں کے نظریات کو باطل ثابت کیا، پھر اس کے بعد انہوں نے علم کلام سے کنارہ کشی اختیار کی، اور باطنیہ کے مشرب و مسلک پر چل پڑے، ان کے علوم سیکھے، پھر ان سے بھی الگ ہو گئے، اور انکےنظریات وعقائدکی قلعی کھولتےہوئے کتاب وسنت کی نصوص اور احکام شریعت کے ساتھ ان کے کھلواڑ کا کچا چٹھا سب کے سامنے رکھا،اور اس کے بعد آپ نےتصوف کی راہ اختیار کی۔

تصوف وسلوک کا تعارف وتاریخ

تصوف کے لغوی معنی ومفہوم

تصوف باب تفعل کے وزن پر ہے ،جیسے کہا جاتا ہے تقمص ،اس نے قمیص پہنی ،چونکہ اکثر صو فیا "اون "کا مخصو ص لباس زیب تن کر تے تھے ،اس لیے وہ حضرات "صوفی "کہلانا شروع ہوئے ۔لفظ تصوف کی تحقیق کے سلسلہ میں شیخ ابو الحسن علی ہجویری[3] م 446 ھ لکھتے ہیں ۔

اس اسم تصوف کے ماخذ کی تحقیق میں بہت سے اقوال پیش کئے گئے ہیں اک گروہ کے نزدیک اہل تصوف کو صوفی اس لیے کہتے تھےکہ وہ "صوف " کا لباس زیب تن کر تے تھے، دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ ان کو صوفی اس لیے کہتے تھے کہ وہ اصحاب صفہ سے محبت کرتے تھے تیسرے

گروہ کا خیال ہے کہ ان کو صوفی اس لیے کہتے تھے کہ وہ بر گزیدہ میں صف اول میں ہوتے تھے ، اور چوتھا گروہ کہتا ہے کہ یہ لفظ "صفا" بمعنی پاکیزگی سے ماخوذ ہے[4]،معروف کرخی [5] م 245 ھ سے جب صوفی کے متعلق سوال کیا گیا تو جواب دیا " صوفی وہ لوگ ہیں جو کائنات میں ما سواء اللہ کو چھوڑ تے ہیں اور اللہ کو پسند کرتے ہیں ۔

الصفو : "خلوص،محبت،اور دوستی کے معنی میں ہے "اس لئے یہاں صوفی سے مراد وہ شخص ہے جو دنیا اور اخرت کے اجر و جزا سے بے نیا ز ہو کر حقیقی محبوب سے بے حد محبت اور دوستی کا رشتہ قائم کر لیا ۔

" التصوف " کا معنی ہے پوری یکسو ئی سے متوجہ ہو نا ۔

پس معلوم ہوا کہ صوفی کا لفظ "صوف " سے مشتق ہے ،مقصود اس کا "صفا " ہے اور اس کی نسبت اصحاب "صفہ"سے ہے اور قیامت کے دن اس کا مقام اول " صف" میں ہو گا ۔

تصوف کی اصطلاحی تعریف

1۔حضرت ابوالحسن نوریؒ کے مطابق تصوف علم،ہنراور فن کا نام نہیں بلکہ مجموعہ اخلاق کا نام ہے ۔

2۔حضرت جنید بغدادیؒ کے مطابق تصوف یہ ہے کہ آپ مخلوق سے منہ موڑکر خالق حقیقی سے اپنا رشتہ اور تعلق بنائیں۔[6]

3۔حضرت شیخ احمد سرہندی مجددالف ثانیؒ[7] کے مطابق تصوف شریعت پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کا نام ہے[8]۔

4۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرمایا:تصوف کی ابتداء ہے کہ"انما الا عمال بالنیات"[9] (بیشک اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے)اور تصوف کی انتہا "ان تعبد اللہ کانک تراہ"[10](یہ کہ تو اللہ کی عبادت کر گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے)۔

تصوف کا تاریخی پس منظر

حال میں بعض لوگ تصوف کو بدعت سمجھتے ہیں اور بعض لوگ اس سے مکمل انکار کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ تصوف کا ذکر قرآن و حدیث میں نہیں ہے اور تصوف کو برصغیر کا پیدا کردہ علم تصور کرتے ہیں ۔اس کا بھر پور جواب تصوف و سلوک کے علماء ومشائخ نے دیا ہے اور تصوف و سلوک کو قرآن و حدیث،اقوال صحابہ ، تابعین ،تبع تابعین اور فقہاء سے ثابت کیا ہے ۔

علماء کرام نے لفظ صوفی اور لفظ تصوف کے بارے میں تحقیق کر کے فرمایا ہے کہ صوفی کا لفظ"صف"سے ماخوذ ہے تو قرآن پاک میں ارشاد ہے:

(اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِینَ یُقَاتِلُونَ فِي سَبِیلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَرْصُوصٌ)[11]

"بے شک اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند فرماتے ہیں جو اللہ کی راہ میں صفیں باندھ کر جہاد کرتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں ۔"

ایک اور قول کے مطابق صوفی کا لفظ "صفہ "سے ماخوذ ہے جیسے کہ حدیث پاک میں ہے

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اصحاب صفہ پر تشریف لائے ۔آپ نے ان کے فقر اور مشقت کو محسوس کیا تو فرمایا:خوش ہو جاؤ اہل صفہ! جو شخص میری امت سے تمہاری روش پر رہنا پسند کرے گا وہ بہشت میں میرا ساتھی ہوگا"۔

صوفی کا لفظ پہلے کب استعمال ہوا ہے اس کے بارےاقوال مختلف ہیں ۔امام قشیری[12] کی تحقیق کے مطابق صوفی کا لفظ دوسری صدی ہجری سے پہلے ہی زبان زد عام تھا ۔

مکی تاریخ کے حوالے سے حضرت ابو نصرسراج طوسی ؒ[13] نے محمدبن اسحاق بن یسار[14]اور بعض اور لوگوں کی روایت سے یہ واقعہ نقل کیا ہے "کہ اسلام سے پہلے ایک بار مکہ بالکل خالی ہوگیا تھا یہاں تک کہ بیت اللہ کا طواف کرنے والا بھی کوئی نہ تھا ،اور دوردراز علاقہ سے ایک صوفی آتا تھا اور بیت اللہ کا طواف کرتا تھا ۔اس حوالے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اہل عرب کو یہ نام اسلام سے پہلے بھی معلوم تھا ،یعنی صالح اور صاحب فضیلت لوگ اس نام سے موصوف ہوتے تھے۔"

اسلام کا تصور عبادت

عبادت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

عبادت عربی زبان کا لفظ ہے۔یہ لفظ عبد سے ماخوذ ہے۔ اور عبد یعبد کا مصدر ہے۔ اس کا مادہ ، ع۔ب۔د۔ ہے۔اس کے معنی عاجزی وفرمانبرداری کے ہیں ۔لسان عرب کے مطابق:

> "لغت میں عبادت کے معنی عاجزی کے ساتھ فرمانبرداری کرنے کے ہیں ۔اور اسی سے طریق معبد کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جن کے معنی ہیں روند ا ہوا راستہ اور یہ اس راستے کو کہا جاتا ہے۔ جس پر زیادہ چل کر اس کو روندا گیا ہو"۔[15]

مصباح اللغات میں اس سے مراد ہے۔اللہ کو ایک جاننا ،خدمت کرنا ،ذلیل ہونا ،خضوع کرنا،پرستش کرنا۔[16]

اسی کتاب میں دوسری جگہ تعبد کے ذیل میں اس سے مراد ہے۔ عبادت کے لیے الگ ہونا،اطاعت کے لیے بلانا،غلام بنانا ،غلام جیسا برتاؤ کرنا۔[17] لغت کی ایک اور کتاب فیروزاللغات میں بھی کچھ ایسے ہی معنی درج ہیں ۔جیسے بندگی،اطاعت،نماز ودعا وغیرہ۔[18]،اور قائداللغات میں اس کے معنی ہیں اطاعت ،بندگی، پرستش کرنا ، پوجا پاٹ کرنا ،نماز پڑھنا۔[19]

عبادت کا مفہوم آیات قرآنیہ کی روشنی میں

قرآن کـریم میں اکـثر مقامـات پـر عبـادت کـا ذکـر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ [20]

"یہ ہےوہ جنت جس کی خوشـخبری دیتـا ہے اللہ تعـالیٰ اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے"۔

یہاں اللہ کی بنـدگی بجـالانے والےمـراد ہیں ۔ایـک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴾[21]

"پس اللہ ہی کی بندگی کرو اسی کے لیے اطاعت کو خاص کرتے ہوئے"۔

عبادت کے ساتھ اطاعت کـا اتنـا گہرا تعلـق ہے کہ قرآن نے متعدد مقامات پر خالصتاً اطاعت کے معـنی میں ہی استعمال کیا ہے ۔جیسے فرمایا :

﴿لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ [22]

"شــیطان کی اطــاعت نہ کــرو کیــو نکہ وہ تمهــارا کهلا دشمن ہے"۔

اللہ تعـالیٰ نے قـرآن میں اپنـ ے انبیـاءورسـل کـو اسـی لفظ عبد یعنی اللہ کی بندگی کرنے والے سے مخاطب کیـا ہے ارشاد ہے:

﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰۗىِٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾[23]

"مسیح اس بات میں عار نہیں رکهتے کہ وہ خدا کا بنـدہ ہے اور نہ مقرب فرشتے (عار رکهتے ہیں)" ۔

حضرت عیسیٰ اپنی قوم سے مخاطب ہوتے ہیں تو اپنے آپ کو ان الفاظ میں متعارف کراتے ہیں:

﴿قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۟ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴾[24]

"میں اللہ کا غلام ہوں مجھے کتاب دی گئی ہے اور مجھے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے"۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت داود کے بارے میں ارشاد فرمایا "اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو جو صاحب قوت تھے اور رجوع کرنے والے تھے "

احمد رضا بریلوی داؤد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "داؤد کو عبادت کے بارے میں بہت طاقت اور قوت دی گئی تھی طریقہ عبادت کا یہ تھا کہ ایک دن روزے رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے پہلے نصف حصے رات میں عبادت کرتے اس کے بعد ایک تہائی شب کی آرام فرماتے اور پھر چھٹا عبادت میں گزارتے "[25] ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "کہ جب داؤد تسبیح پڑھتے تو پرندے بھی آپ کے پاس جمع ہو کر تسبیح کرتے"[26]

اور محمد ﷺ رحمت للعالمین ہیں آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے انہی الفاظ سے مخاطب فرمایا ارشاد الٰہی ہے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا﴾[27]

"تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں کسی طرح کی کجی (پیچیدگی)نہ رکھی"۔

پیر محمد کرم شاہ کے مطابق اس آیت میں عبدہ سے مراد صاحب کتاب اور الکتاب سے مراد قرآن کریم ہے ۔عبدہ میں کوئی التباس نہیں کیونکہ مقام عبدیت کاملہ پر صرف یہی ذات بابرکات فائز ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی صفت میں اوج کمال تک کوئی چیز پہنچتی ہے تو اس صفت کے مطلق ذکر سے مراد وہی موصوف ہوگا ۔

عبادت کا مفہوم احادیث نبویہ کی روشنی میں

جس قرآن کریم میں لفظ عبد متعدد مقامات پر آیا ہے اسی طرح احادیث میں بھی کئی جگہ یہ لفظ استعمال ہوا ہے ۔مطالعہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ﷺ بعض اوقات آپ کا خطاب تمام بنی نوع انسان سے ہوتا ،تو بعض اوقات صرف مسلما ن بھی مخاطب ہوتے تھے جیسا کہ ارشاد نبویﷺ ہے :

"اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ کرنے پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے، جس کا اونٹ بے آب ودانہ جنگل میں گم ہوجائے پھر اچانک مل جائے"۔[28]

اس حدیث میں عمومیت ہے ۔اس میں اللہ کے بندوں سے مراد تمام بنی نوع انسان ہیں یعنی اللہ کی مخلوق میں سے جب بھی کوئی اپنی خطاؤں کی معافی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے اور اس کے اپنی طرف لوٹنے پر خوش ہوتا ہے ایک اور حدیث میں ارشاد ہے :

"قیامت کے دن جو کوئی بندہ (غلام) ایسا آئیگا جس نے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے دنیا میں لاالہ الا اللہ کہا ہوگا تو اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ اس پرحرام کردیگا۔"[29]

قرآن کریم میں یہ قاعدہ موجود ہے کہ بعض جگہ انتہائی مختصر مگر جامع بات کہی دی جاتی ہے اور بعض دوسری جگہ اس کی تفصیل بیان کر دی جاتی ہے ،بالکل اسی طرح یہ چیزیں احادیث میں بھی ملتی ہیں جیسا کہ اس حدیث میں محض کلمہ حق کو ہی رضائے الٰہی کاذریعہ کہا گیا ہے اگر چہ اس کے ضروری اغراض اور تقاضے بیان نہیں ہوئے ،ایک اور حدیث میں یہ وضاحت قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے کہ

"اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے راضی ہوتا ہے جب وہ کھانا کھا کر اس کا شکر ادا کریں یا پانی پی کر اس کا شکر ادا کریں"۔[30]

اس حدیث پاک میں دو باتوں کا ذکر ہے یعنی کھانا اور پینا ،جن کے بغیر زندگی ممکن نہیں لہذا اگر ان دو باتوں کے بعد اللہ کا شکر ادا کریں تو بندہ سوچے کہ دن میں کتنی بار اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے گا اس حدیث پاک میں اشارہ اس بات کی طرف بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اللہ کی بندگی کے دائرہ میں داخل ہے ۔

ان تشریحات سے یہ بات واضح ہو جا تی ہے کہ مادہ عبد کا اساسی مفہوم کسی کی برتری اوربالا دستی تسلیم

کرکے اس کے مقابلے میں اپنی آزادی وخود مختاری سے دست بر دار ہونا، سرتابی و مزاحمت چھوڑ دینا اور اس کے لیے رام ہو جانا ہے یہی بندگی و غلامی کی حقیقت ہے اور چونکہ اصل کام غلام کا اپنے آقا کی اطاعت وفر مانبرداری ہے اس لیے لازماً اس کے ساتھ ہی اطاعت تصور پیدا ہوتا ہے۔

امام غزالی نے کیمیائے سعادت میں فرمایا ہے کہ معاملات اسلام کے ارکان چار ہیں ۔دو ظاہر سے متعلق ہیں اوردو باطن سے ،ظاہر سے تعلق رکھنے والے ارکان یہ ہیں ۔ رکن اول اللہ تعالیٰ کے احکام بجا لانا ،یہ رکن عبادات کے نام سے موسوم ہے ۔رکن دوم اپنی معیشت اور حرکات وسکنات اپنے روزمرہ کےحالات اور تمام شعبہ ہائے زندگی میں انہیں اپنے نگاہ کے سامنے رکھنا اور اس رکن دوم کو معاملات سے تعبیر کرتے ہیں ۔[31]

باطن سےتعلق رکھنے والے دو رکن یہ ہیں ۔رکن اول برے اخلاق غصہ غرور خودبینی وغیرہ سے دل کو پاک رکھنا ۔ ان اخلاق رذیلہ کو مہلکات اور راہ دین کے عتبات یعنی مشکل گھاٹیاں کہتے ہیں ۔رکن دوم اچھے اخلاق جیسے صبر ،شکر ،محبت اور توکل وغیرہ سے دل کو آراستہ کرنا ۔ ان اخلاق کو منجیات (نجات دینے والے) کہتے ہیں۔[32]

پہلے رکن میں عبادات کا بیان ہے ۔اور اس کی دس اصلیتیں ہیں ۔پہلی اصل اہل سنت کے اعتقاد پر مشتمل ہیں۔دوسری طلب علم ۔تیسری اصل میں طہارت کا بیان

ہیں ۔چوتھی میں نماز کا ذکر ہے ۔پانچویں میں زکوٰۃ،چھٹی اصل میں روزہ کا بیان ،ساتویں اصل میں حج کے مسائل بیان ہوئے ہیں ۔آٹھویں میں تلاوت قرآن مجید کے آداب ہیں۔ نویں اصل ذکرودعاؤں اور وظائف پرمشتمل ہے ۔دسویں اصل میں ترتیب اور اداء وظائف ہے۔[33]

اعتقاد کا بیان

اسباب میں امام غزالیؒ نے فرمایاکہ اس بات کو یقینی مان لو کہ تم سب مخلوق ہو اور تیرا ایک خالق ہے ، تمام عالم اور جو چیزیں اس عالم کے اندر ہیں سبھی اسی نے پیدا کیا ہے وہ ذات ایک ہے کوئی بھی اس کا شریک نہیں ، ہمیشہ سے ہے کہ اس کی ہستی کی ابتدا نہیں اور ہمیشہ رہے گا کہ اس کے وجودکی انتہا نہیں ،ہر چیز کا دیکھنے والا اور سننے والا ہے ،نزدیک و دور اس کی شنوائی میں برابر ہے ۔

پیغمبر: اللہ تعالیٰ نے یہ حکم ٹھہرایا کہ بندوں کے بعض اعمال ان کی شقاوت کا سبب اور بعض سعادت کا موجب ہے اور آدمی اسے پہچان نہیں سکتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو پیغام دے کر اپنے مخلوق کی طرف بھیجا تاکہ شقاوت و سعادت کے راہ بندوں کو بتائیں ،سب پیغمبروں کے آخر میں سیدالاولین والاخرین حضرت محمدﷺکو مخلوق کی طرف بھیجا اور تمام جن وانس کوآپ کی اطاعت و اتباع کا حکم فرمایا ۔[34]

طلب علم کا بیان

علم کی فرضیت کے بارے میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کسی ایک علم کی خصوصیت ہے نہ کہ سب علموں کی فرضیت ،مثال کے طور پر ایک شخص صبح کے وقت مسلمان ہوا اور ظہر کی نماز کا وقت آیا تو اس پر بقدر فرض طہارت اور نماز سیکھنا فرض ہوتا ہے۔ اور رمضان میں روزے کے احکامات جاننا فرض ہوتا ہے۔ یعنی جس شخص کو جس علم کا احتیاج ہے اس کا سیکھنا اس پر فرض ہے۔[35]

نماز اور زکوٰۃ کا بیان

اس اصل کے بارے میں غزالیؒ نے فرمایا کہ نماز دین کا ستون اور بنیاد ہے ،سب عبادتوں کی سردار اور پیشوا ہے۔ نبی کریمﷺ جب نماز شروع کرتے تھے تو آپ کا دل اس طرح جوش کھاتا تھا جس طرح پانی سے بھری ہوئی تانبے کی دیگ آگ پر جوش کھاتی اور آواز دیتی ہے۔ اورابراہیمؑ جب نماز پڑھتے تھے تو دو میل تک ان کے دل کا جوش سنائی دیتا تھا ۔[36]

زکوٰۃ کی اقسام و شرائط

پہلی قسم :چارپایوں کی زکوٰۃ،وہ چارپائے اونٹ ،گائے ،بکری ہے۔ گھوڑے گدھے میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور اونٹ جب تک پانچ نہ ہوں ان کی زکوٰۃ واجب نہیں جب پانچ ہو جائے تو ایک بکری زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔ اور بکری ایک برس سے کم نہیں ہو نا چاہیے ،اور پچیس اونٹوں میں یک

سالہ اونٹنی دینا چاہیے۔ گائے بیل جب تک تیس نہ ہوں تب تک ان میں کچھ زکوٰۃ نہیں جب تیس پورے ہوں تو ان میں ایک یکسالہ بچھڑا دینا واجب ہے اور چالیس میں دو سالہ ۔

دوسری قسم غلہ وغیرہ کی زکوٰۃ ہے جس کسی کے پاس آٹھ سو من گیہوں یا جو یا خرما یا کوئی اور چیز جو کسی قوم کی قوت اور غذا ہو سکتی ہے اور جس پر وہ لوگ اکتفا کر سکتے ہیں جیسے مونگ ،چنا ، چاول وغیرہ تو اس میں عشر دینا واجب ہے اور جو چیز قوت اور غذا نہ ہو جیسے روئی کتان وغیرہ اور میوہ جات اس میں عشر واجب نہیں ہے ۔

تیسری قسم سونے چاندی کی زکوٰۃ ہے چاندی کے دو سو درہم میں پانچ درہم آخر سال میں دینا واجب ہیں اور خالص سونے کے بیس دینار میں نصف دینار واجب ہوگا ۔)[37]

روزہ کا بیان

روزہ ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے رسول مقبولﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "نیکی کا بدلہ دس سے سات سو تک دیتا ہوں مگر روزہ خاص میرے لیے ہے اور اس کی جزا میں خود دیتا ہوں " روزہ کے تین مراتب ہیں ایک عوام کا روزہ دوسرے خواص کا روزہ تیسرے خاص الخواص کا روزہ۔عوام کا روزہ وہ ہے جو کھانے پینے اور جماع سے باز رہنا یہ روزہ کا ادنیٰ درجہ ہے

اور خواص کا روزہ یہ ہے کہ آدمی فقط کھانا پینا اور جماع نہ چھوڑ دے بلکہ اپنے تمام اعضاء و جوارح کو ناشائستہ حرکات سے بچائے ۔خاص الخواص کا روزہ اعلیٰ ترین درجہ کاروزہ ہے وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے دل کو ماسوا اللہ کے خطرے سے بچائے اوراپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے اور جب کلام الٰہی اور اس کے متعلقات کے سوا دوسری بات کا خیال کرے گا تو روزہ کھل جائے گا اور دنیوی اغراض کا خیال کرنا اگر چہ مباح ہےلیکن اس کے روزہ کو باطل کر دیتا ہے ۔[38]

حج کا بیان

حج ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے اور عمر بھر میں یہ عبادت ایک بار فرض ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص حج کریں بغیر اس کے کہ گناہ کرے اور ناشائستہ اور بیہودہ باتیں بکے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے پاک تھا اور فرمایا ہے کہ بہت گناہ ایسے ہیں کہ عرفات پر کھڑے ہونے کے سوااور کوئی چیز ان کا کفارہ نہیں ہو سکتی اور یہ بھی فرمایا کہ شیطان عرفہ کے دن سے زیادہ کبھی ذلیل اور خوار اور زردرد نہیں ہوتا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس دن اپنے بندوں پر بے انتہا رحمت نثار اور نازل فرماتا ہے اور بے انتہا گناہ کبیرہ معاف فرماتے ہیں [39]۔

ترتیب اوراد کے بیان

دن کے اوراد: امام غزالیؒ نے فر مایا کہ دن کے پانچ اوراد ہیں پہلا ورد صبح سے طلوع آفتاب تک ہے یہ ایسا بزرگ اور مبارک وقت ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کی قسم یاد فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ﴿وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ﴾[40] اور ﴿قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾[41] اور ﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ﴾[42] یہ سب آیتیں اسی وقت کی عظمت اور بزرگی میں وارد ہیں ۔

دوسرا ورد طلوع آفتاب سے وقت چاشت تک ہے اس وقت میں چار یا چھ یا آٹھ رکعت نماز پڑھے کہ یہ سب منقول ہیں ۔

تیسرا ورد چاشت سے ظہر کی نماز تک ہے اور اس وقت کو چند مشاغل میں گزارنا ضروری ہے تحصیل علم میں اگر یہ قدرت نہ ہو تو ذکرو عبادت تسبیح وغیرہ میں مشغول ہونا ضروری ہے اور یہ عابدوں کا درجہ ہے اور تیسرا درجہ یہ کہ کسب حلال میں مشغول ہونا ہے ۔

چوتھا ورد زوال کے وقت سے نماز عصر کے وقت تک ہے وقت زوال سے پہلے قیلولہ کرنا چاہیے ، کیونکہ رات کی نماز کے لیے قیلولہ ایسا ہے جیسا روزے کے لیے سحری کھانا جب بیدار ہو جائےتو طہارت کرے اور مسجد میں پہنچ کر آذان سنے اورنماز تحیۃ المسجد پڑھے پھر سنت اور امام کے ساتھ فرض پڑھے ،پھر عصرتک علم سکھانے یا ذکر وتلاوت قرآن یا بقدرحاجت حلال کی کمائی کرنے کےسوا اور کسی امر دنیوی میں مشغول نہ رہے ۔

پانچواں ورد نمازعصر سے غروب آفتاب تک ہے اس وقت کی بزرگی بھی صبح کے وقت کے برابر ہے جیسا کہ حق

تعالیٰ نے فرمایا ہے:وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ۔[43]اور اس وقت والشمس، والليل، قل اعوذبرب الفلق،قل اعوذبرب الناس پڑھنا چاہیے اور آفتاب ڈوبتے وقت استغفار میں ہونا چاہیے ۔

رات کے اوراد

پہلا وردمغرب اور عشاء کے درمیان کا ہے اس وقت میں نماز میں مشغول رہنا بہت افضل ہے دوسراورد نماز شب و تہجد ہے ۔آدھی رات اٹھ کر دو رکعت نماز پڑھنا بہت سارےنمازوں سے افضل ہے کیونکہ اس وقت رحمت الٰہی کے دروازے کھلے ہوتے ہیں۔

معاملات کے متعلق صوفیانہ افکار کا جائزہ

باہمی لین دین، خرید وفروخت قرض وغیرہ کو "معاملات" کہتے ہیں، انسانی زندگی میں باہمی ربط وتعلق کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ معاملات ناگزیر ہیں، بلکہ معاملات پر ہی زندگی کا دارومدار ہے.اسلام نے دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح معاملات میں بھی انسانوں کی راہنمائی کی ہے، تاکہ لین دین کرتے وقت انسان وحی الٰہی اور احکام شریعت کی روشنی میں اپنے معاملات کو جائز اور پاک صاف رکھ سکیں، ایک دوسرے کے ساتھ جھوٹ و فریب اور دھوکہ دہی وغیرہ جیسی چیزوں سے پرہیز کر سکیں۔ عقائد وعبادات کی طرح معاملات بھی دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس طرح عقائد اور عبادات کے بارے میں جزئیات واحکام بیان کیے گئے ہیں ،اسی طرح معاملات کے بارے میں بھی

شریعت اسلامی نے تفصیلات بیان کرنے کا اہتمام کیاہے ، جائز اور طیب ،حلال وحرام،مکروہ اور غیر مکروہ مال کے احکامات قرآن وحدیث میں موجود ہیں اور شریعت کی دیگر جزئیات کی طرح اس میں بھی مکمل رہنمائی کی گئی ہے ، جولوگ نماز اور روزہ کا اہتمام کرتے ہیں،مگرجائز وناجائزاور صفائی معاملات کی فکر نہیں کرتے ، وہ کبھی اللہ کے مقرب نہیں ہوسکتے ؛ اس لیے شریعت میں ان کا عمل ناقص ہے ، افسوس اس بات کی ہے کہ عرصۂ دراز سے مسلمانوں کے درمیان معاملات سے متعلق جو شرعی احکام ہیں ان کی اہمیت دلوں سے مٹ گئی ہے اور صرف عقائد وعبادات کو دین سمجھنےلگے ،رفتہ رفتہ حلال وحرام کی فکر ختم ہوگئی ہے اور دن بہ دن اس سے غفلت بڑھتی جا رہی ہے ، جس کے سبب مسلمان اقتصادیات میں پیچھے ہیں اور خاطر خواہ معاشیات میں انھیں ترقی نہیں مل رہی ہے ۔

تجارت کسب معاش کا بہترین طریقہ ہے ۔ اورایسی تجارت کی بڑی فضیلت آئی ہے جو اسلامی اصولوں کے تحت کیا جاتا ہے اور ایسے افراد کو انبیاء وصلحاء کی معیت کی خو شخبری دی گئی ہے ، ایک موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

«التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ»[44]

"جوتاجر تجارت کے اندر سچائی اور امانت کو اختیار کرے تو وہ قیامت کے دن انبیاء ، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔"

ایک دوسری روایت میں ہے :

«إِنَّ التُّجَّارَ يُحْشَرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّارًا إِلَّا مَنِ اتَّقَى وَبَرَّ وَصَدَقَ»[45]

"تجار قیامت کے دن فاسق و فاجر بناکر اٹھائے جائیں گے؛ مگر جو لوگ تقوی وسچائی اور اچھی طرح سے معاملہ کرے گا وہ اس میں شامل نہیں ہوں گے"۔

امام غزالیؒ نے معاملات کے باب میں دس اصلیں بیان فرمائے ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

پہلی اصل کھانا کھانے کے آداب میں۔

دوسری اصل نکاح کے آداب میں۔

تیسری اصل کسب اورتجارت کے آداب میں۔

چوتھی اصل طلب حلال کے آداب میں۔

پانچویں اصل بندگان خدا کے ساتھ محبت رکھنے کے آداب میں ۔

چھٹی اصل گوشہ نشینی کے آداب میں ۔

ساتویں اصل سفر کے آداب میں ۔

آٹھویں اصل راگ اور حال کے آداب میں ۔

نویں اصل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے آداب میں ۔

دسویں اصل حکومت اور ملک داری کے آداب میں

(کھانے کے آداب میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ کھانا کھانے میں کئی امر سنت ہیں بعض کھانے سے پہلے ہیں

بعض بعد میں اور بعض درمیان میں ہیں یعنی ہاتھ دھونا اور کھانا دسترخوان پر رکھ کر کھانا اور مل جل کر کھانا بہتر ہے اور کھانے کے ابتدااور آخر میں دعا پڑھنا ضروری ہے ۔ آداب نکاح کے بیان میں امام غزالی فرماتے ہیں کہ جس طرح زندگی بغیر کھانے پینے کے محال ہے اسی طرح جنس اور نسل آدمی کی بقا کی بھی حاجت ہے اور یہ نکاح کے بغیر ممکن نہیں ۔ آداب کسب وتجارت کے بیان میں امام غزالی ؒفرماتے ہیں کہ آدمی کو کھانے پینے کی حاجت اور کھانا پینابغیر کسی سبب کے ممکن نہیں اس لیے کسب کے آداب جاننا ضروری ہے ۔ کسب اکثر چھ معاملوں پر ہوتا ہے ۔1 ۔بیع، 2 ۔ربو، 3 ۔سلم، 4 ۔اجارہ، 5 ۔قرض ،6۔ شرکت ۔

چوتھی اصل حلال وحرام کے پہچاننے کے بارے میں امام غزالی فرماتے ہیں کہ جب تک بندے کو یہ علم نہ ہو کہ حلا ل کیا ہے تب تک حلال کو طلب نہ کر سکے گا ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اے رسول تم جو کچھ کھاؤحلال اور پاک میں سے کھاؤاور جو کچھ کرو بندگی شائستہ کرو "

پانچویں اصل مخلوق کے ساتھ حق محبت ادا کرنے اورعزیزوں ہمسایوں لونڈی غلاموں فقیروں کا حق خدا کے واسطےادا کرنے کےبیان میں ہیں ۔امام غزالیؒ فرماتے ہیںکہ دنیا اللہ تعالیٰ کی راہ کی منزلوںمیں سےایک منزل ہے اور سب اس منزل میں مسافر ہیں اور سب مسافروں کا مقصد سفر ایک ہے تو اس سے معلوم ہو اکہ سب مسافر ایک گاڑی

کے سـواری ہیں اس لـیے ان میں محبت اور اتحـاد ہو اور ایـک دوسرے کے حق پر نگا ہ رکھیں ۔[46]

گوشـہ نشـینی کے بـاب میں علمـاء کـا اختلاف ہے کہ عزلت یعنی گوشہ گـیری بہتر ہے یـا مخـالطت یعـنی بنـدگان خــدا ســے ملےجلے رہنــا ۔حضــرت ســفیان ثــوری ،ابــراہیم ادہم ،داؤد طـائی، فضـیل عیـاض ،ابـراہیم خــواص،یوســف اسباط،حذیفہ مرعشی اور بشرحافی رحمہم اللہ تعـالیٰ اور اکثربزرگان دین اور متقیـوں کـا مـذہب یہ ہے کہ عـزلت اور گوشہ گـیری لوگـوں کے سـاتھ ملے جلے رہنے سـے بہتر ہے ۔ اور علماءظــاہر کی ایــک جمــاعت کــا مــذہب یہ ہے کہ مخالطت اور ملےجلے رہنا افضـل ہے۔ امـر معـروف اور نہی منکـر دین کی اصـلوں میں سـے ایـک اصـل ہے اللہ تعـالیٰ نے تمام انبیاء علیہم الصـلواۃکو اس مقصـد کے لـیے بھیجـا ہے ۔ اگریہ اصل مفقـود ہواور مخلـوق خـدا میں سـے اٹھ جـائے تـو شرع کے سب احکام باطل ہو جائیں گے۔

یہ اصـل حکـومت اور ملـک داری کے بـارے میں ہے اس میں امام غزالیہ فرماتے ہیں کہ حکمـرانی بہت نـازک کـام ہے اگر بطریق عدل ہو تو زمین پر حق سبحانہ وتعـالیٰ کی خلافت ہے اور اگر عدل وشفقت سے خالی ہو تو ابلیس کی نیـابت ہے اس لیے کہ والی ملک کے ظلم سے زیادہ کسـی فسـاد میں اثـر نہیں اور علم وعمل فرمان روائی کی اصل ہے [47]۔

خلاصہ بحث

تصوف اسلام کے روحانی تصورات سـے آشـنائی اور ان کے قلـبی وعرفـانی مشـاہدے کـا نـام ہے اور مـذہب اسـلام

روحانیت کا مذہب ہے جہاں اسلام ہوگا ، وہا ں روحا نیت بھی پا ئی جا ئے گی اور جہا ں روحا نیت ہو گی وہاں اسلام اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمکتا ہوا نظر آئے گا ۔

تصوف حکمت کے امتزاجی سلسلے میں امام ابو حامد الغزالی نے موثرترین کام یہ کیا کہ انہوں نے دینی عقائد، عرفانی واردات اورفلسفیانہ افکار کے مابین تطبیق پیدا کر دی ،چنانچہ ان کی کتب "احیاء علوم الدین" ، "مشکوٰۃالانوار" ، "کیمیائےسعادت "اور "معارج القدس "اس تطبیقی نقطہ نظر کی پوری نمائندگی کرتی ہیں ۔ کیمیائے سعادت میں امام غزالیؒ نے معاملات اسلام کے ارکان چار بتلائےہیں دو ارکان ظاہر سے متعلق ہیں اور دو باطن سے ، جو ارکان ظاہر سے تعلق رکھنے والے ہیں ان میں پہلا رکن اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانا ہے ،یہ رکن عبادات کے نام سے موسوم ہے۔رکن دوم اپنی حرکات و سکنات اور معیشت اور اپنے روزمرہ کے حالات اور تمام شعبہ ہائے زندگی میں انہیں اپنے نگاہ کے سامنے رکھنا ہے اور اس کو معا ملات سے تعبیر کیا ہے ، باطن سے تعلق رکھنے والےدو رکن میں پہلا رکن برے اخلاق غصہ غرور خود بینی سے دل کو پاک رکھنا ہے ان اخلاق رذیلہ کو مہلکات کہتے ہیں ۔رکن دوم اچھے اخلاق جیسے صبر ،شکر ،محبت اور تو کل سے دل کو آراستہ کرنا ،ان اخلاق کو منجیات کہتے ہیں ۔اس کے علاوہ عبادات کے بارے میں امام غزالی نے اہل سنت کے عقیدے پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اورعبادات میں نماز، زکوٰۃ،روزہ ،حج،تلاوت قرآن ،اللہ تعالیٰ کے ذکر ،دن اور رات کے اوراد کا ذکر کرتےہوئے اس کی اہمیت کو تصوفانہ

انداز میں بیان فرمایا ہے ۔ معاملات کے بیان میں دس اصلیں بیان کیے ہیں،جس میں روزمرہ زندگی کے مختلف پہلو پر بحث کرتے ہوئے ان کے آداب کو متعین کیا ہے جن میں شادی بیاہ اور نکاح کے آداب ،کسب و تجارت کے آداب ، کھانے کے آداب ،،گوشہ نشینی کے آداب ،سفر کے آداب ،امر با لمعروف اور نہی عن المنکر کے آداب ،حکومت اور ملک داری کے آداب زیر بحث ہیں اور ہر ایک پر تفصیلی بحث کی گئی ہے ۔

حواشی و حوالہ جات (References and Citations)

[1] ابن ابی بکر بن خلکان ،احمد بن محمد،(1364ھ)،وفیات الاعیان ،ایران :منشورات الرضی ،ج:4،ص:216۔

[2] شبلی نعمانی ، علامہ ،الغزالیہ،اردو بازار لاہور:رضا پرنٹر ،ناشر اسلامی کتب خانہ

[3] ابوالحسن علی ہجویری م446 ھ المعروف حضرت داتا گنج بخش آپ سلسلہ نقشبندی کے عظیم صوفی اور بزرگ تھے آپ کا مزار لاہور میں ہے آپ کی مشہور کتاب کشف المحجوب ہے ۔

[4] علی ہجویری ، شیخ ابوالحسن ، (2000 ء)،کشف المحجوب ،لاہور:ضیاء القرآن پبلیشر ز،ص:23۔

[5] شیخ معروف کرخی ،آپ کا نام اسد الدین ہے لیکن معروف کرخی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپکی کنیت ابومحفوظ ہے۔ وِلادت مقامِ کرخ میں ہوئی۔ آپ کے والدِ ماجد کا نام فیروز ہے آپ نے مکمل تعلیم وتربیت امام علی رضا کے زیرِ سایہ پائی اور فقہ حنفی کے عظیم پیشوا امام اعظم ابوحنیفہ سے بھی علمِ دین حاصل کیا اور علمِ طریقت کے لیے حبیب راعی کے سامنے زانوئے تلمذطے کیے۔ آپ عارفِ اسرارِ معرفت، قطبِ وقت اور بدرِ طریقت تھے۔(ابوعبداللہ محمد الذہبی ،شمس الدین ،تاریخ الاسلام ووفیات المشاهیر ولااعلام ،ناشر:دارالمغرب اسلامی)۔

[6] نقشبندی مجددی ، مولانا پیر ذوالفقار احمد ،(مئی 2013)،تصوف وسلوک ،223 سنت پورہ فیصل آباد پاکستان : مکتبۃ الفقیر ،ص 28 ، 27، 26۔

[7] شیخ احمد سر ہندی المعروف مجدد الف ثانی کا پورا نام شیخ احمدسرہندی ابن شیخ عبدالاحدفاروقی ہے جو 1564ء کوپیدا ہوئے۔دسویں صدی ہجری کے نہایت ہی مشہورعالم وصوفی تھے۔تصوف کے سرخیل شخصیت تھے۔آپ 1034ھ/ 1624ء کوسرہند انڈیا میں فوت ہوئے۔(رانجھا،محمد نزیر،تاریخ وتذکرہ خانقاہ سرہندشریف،مطبع وسن اشاعت نامعلوم ،)۔

[8] مجددالف ثانی،شیخ احمد سرہندی ،(1972ء)،مکتوبات(اردو)،کراچی:مدینہ پبلشنگ کمپنی،دفتر اول مکتوب نمبر34۔

[9] ابو عبداللہ البخاری الجعفی،محمد بن اسماعیل،صحیح بخاری،باب بدءالوحیٔ:جز:1 ،ص:6۔

[10] صحیح بخاری،باب قولہ:(ان اللہ عندہ علم السا عۃ)،جز :6،ص :115۔

[11] سورۃ الصف (61 :4)۔

[12] سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ابوالقاسم عبدالکریم قشیری بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحہ بن محمد نیشاپوری ہ قبیلۂ قشیر کی نسبت سے قشیری کہلاتے ہیں۔آپ ماہِ ربیع الاول 376ھ/جولائی 986ءکوبمقام"استواء"مضافاتِ نیشاپور میں ہوئی۔ ابن الصلاح فرماتے ہیں کہ آپ حدیث،تفسیر،فقہ،اصول،ادب،صرف،نحو،شعر،تصوف،اور شریعت وحقیقت کے جامع تھے۔ آپ بروز اتوار 16ربیع الثانی 465ھ/ 29 دسمبر 1072ءکو ہوا۔آپ کامزار نیشاپور میں ہے۔(کشف المحجوب :ص 328)۔

[13] محمدبن محمدبن الحسن ابوجعفرنصیرالدین الطوسی نیساپورکے قریب طوس میں 597ھ/ 1201ءکوپیدا ہوئے۔کثیرالتصانیف شخصیت ہیں جو بغداد میں 672ھ/ 1274ءکوفو ت ہوئے۔(فوات الوفیات 2: 149۔۔شذرات الذہب 5: 339)۔

[14] محمدبن اسحاق ابن یسار،قیس بن محرمہ بن المطلب کے آزادکردہ غلام تھے اوراس کادادایسارتمرکے قیدی تھے۔آپپہلے وہ شخصیت ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺکے مغازی جمع اورتالیف کیے۔آپ عاصم بن عمیربن قتادہ،یزیدبن رومان اور محمدبن ابراہیم سے روایت کرتے ہیں۔150ھ /768ء کوبغدادمیں فوت ہوئے ۔(محمد بن سعد ،ابوعبداللہ ،ابن سعدالبصری،الطبقات الکبریٰ 1 :400 ترجمہ(330)،مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ، 1428ھ/2008ء ۔۔الذہبی،شمس الدین،1382ھ /1963ء)، میزن الاعتدال فی نقدالرجال3 :468، لبنان :دارلمعرفۃ ،ترجمہ(7197) ۔

[15] ابن منظور جمال الدین ، ابو الفضل ،،(1985 ء/1405 ھ) لسان العرب ،ج :3 ،ص:373 ۔

[16] عبد الحفیظ،،(1999 ء) ،مصباح اللغات ،انارکلی لاہور:مقبول اکیڈمی ،س:527 ۔

[17] نفس مصدر۔

[18] فیروزالدین ،مولوی،(1990ء)،لاہور :فیروزسنزلمیٹڈ، ص:889 ۔

[19] جالندھری،ابونعیم خان ،قائد اللغات،مدینہ منزل لاہور، حامد اینڈ کمپنی ناشران وتاجران اسلامی کتب ،ص:239۔

[20] سورۃ الشوریٰ 42: 23۔

[21] سورۃ الزمر 39 :2۔

[22] سورۃ یٰسین 36 :60۔

[23] سورۃ النساء 4 : 172۔

[24] سورۃ مریم 19: 30۔

[25] الازہری، پیر محمد کرم شاہ ،(1992ء)،ضیاء القرآن ،لاہور: ضیاءالقرآن پبلی کیشنز،ج:3 ،ص : 428 ۔

[26] نفس مصدر،صفحہ 683۔

[27] سورۃ الکہف 18 : 1۔

[28] صحیح بخاری ،کتاب الدعوات،ج:2،ص :1097۔

[29] صحیح بخاری ،کتاب الرقاق،ج:3،ص:1115۔

[30] صحیح مسلم،کتاب الذکر والدعاء ،ج:3 ،ص:1185۔

[31] غزالی ،الامام ،(1999ء)،کیمیائے سعادت ،اردوبازار لاہور :فرازکمپوزنگ سنٹر،اردوترجمہ(مولانا محمد سعید احمد نقشبندی ،خطیب داتا گنج بخش مسجدلاہور)،صفحہ : 36 ۔

[32] نفس مصدر۔

[33] غزالی،الامام ،کیمیائے سعادت ،ص،78۔

[34] نفس مصدر،ص،82۔

[35] نفس مصدر،ص،83۔

[36] نفس مصدر،ص،97۔

[37] نفس مصدر،ص،113۔

[38] نفس مصدر،ص،125۔

[39] نفس مصدر،ص،129۔

[40] سورۃ التکویر 81 :18۔

[41] سورۃ الفلق 113 :1۔

[42] سورۃ الانعام 6 :96۔

[43] سورۃ طٰ 20 :130۔

[44] سنن الترمذی ،ابواب البیوع،ما جاء فی التجاروتسمیۃ النبیﷺ،حدیث (1209)

[45] ابوالقاسم الطبرانی ، سلیمان بن احمد، (1994ء)،المعجم الکبیر،رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعٍ الـزُّرَقِيُّ الْأَنْصَـارِيُّ عَقَبِيٌّ بَدْرِيٌّ،حدیث(4540)مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ۔

[46] غزالی،الامام ،کیمیائے سعادت،ص،167،168،169۔

[47] غزالی،الامام ،کیمیائے سعادت،ص،253۔